اسلام کے غیر متغیر اصول

اور اسلامی دنیا میں مغربی نظامِ تعلیم

سید حسین نصر

ترجمہ: محمد یوسف عرفان

وقت آن است که آیینِ دگر تازه کنیم
لوحِ دل پاک بشوییم و زِ سر تازه کنیم

مغربی نظام ہائے تعلیم کا اسلامی دنیا میں متعارف ہونا ان بڑے عوامل میں سے ایک ہے جن کی وجہ سے خود اسلامی معاشرے کے اندر تضاد اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ نیز مغربی دنیا کے علمی اداروں سے بہت سے مسلمان اہلِ قلم اور طلبہ کا مستقل رابطہ قائم ہے۔ ان دونوں عوامل کے ملنے سے یہ نازک سوال پہلے سے کہیں زیادہ اُبھر کر سامنے آ گیا ہے کہ اسلام کے غیر متغیر اصولوں اور مغربی نظام ہائے تعلیم کے فلسفے، منہاج اور مشمولات کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے۔ مغربی نظام ہائے تعلیم اور اسلام کے درمیان اور ان کے مقاصد میں یہ ناموافقت، واضح تضاد اور عدم مساوات ایسی چیز ہے جس کا سنجیدہ مطالعہ اور تجزیہ ان سب کے لیے ضروری ہے جو اسلامی معاشرے کی فلاح و بہبود سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

اسلامی دنیا میں ان متعارب نظام ہائے تعلیم نے دو طبقات پیدا کر دیے ہیں۔ ایک مغربی تعلیم یافتہ اقلیت اور ایک وہ کثرت جس کی جڑیں عوامی اور دانشورانہ، دونوں سطحوں پر اسلامی روایت میں پیوستہ ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک خلیج ہے۔ بہت سے علاقوں میں مسلمانوں کی ایک پوری نسل اب تک ایسی طرزِ فکر میں ڈھل کر نکل چکی ہے جس کی بنیاد جدید فلسفے اور سائنس پر رکھی گئی ہے۔ اور اسی کی کارفرمائی ہے کہ یہ نسل ان روایتی مصادرِ علمی کی زبان سمجھنے میں دشواری محسوس کرتی ہے جن میں اسلامی حکمت محفوظ ہے۔ اسلامی دنیا کے بہت سے حصّوں میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ دو اشخاص، ایک ہی ملک کے باسی اور بظاہر ایک ہی زبان بولنے والے، ایک دوسرے کی بات سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لیے کہ وہ دونوں مختلف حوالوں سے بات کرتے ہیں اور دونوں کی فکری دنیا بالکل مختلف ہے۔ ساتھ ہی ساتھ، ایک صدی سے زیادہ ہونے کو آئی ہے کہ مغربی مستشرقین نے اسلام پر لکھنا شروع کر رکھا ہے۔ ان میں سے بیشتر اسلام کے مخالف ہیں اور ان کی تحریری سرگرمی کا مقصد اسلام دوستی کم اور تردیدِ اسلام زیادہ ہے۔ بایں ہمہ جدید تعلیم کے تربیت یافتہ لوگوں کے لیے یہی تالیفات اسلام کے بارے میں واحد ذریعہ آگہی ہیں۔ ان کتابوں میں مسخ شدہ اور متعصبانہ تالیفات

بھی ہیں، اور مذکورہ افراد کے لیے ان میں ایک کشش ان کے بظاہر 'سائنٹفک' منہاج اور اسلوب کی بھی شامل ہو جاتی ہے۔

اس صورت حال میں ایک اور ضرورت کا اضافہ یوں ہو جاتا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے مختلف طبقوں مثلاً اہلِ سنّت اور اہلِ تشیّع کے مابین بہتر افہام و تفہیم ہونا چاہیے، اور اس سے وسیع تر پیمانے پر دنیا کی دوسری عظیم روایتوں کا مزید گہرا علم حاصل ہونا چاہیے۔ دوسرے مذاہب سے 'ٹکراؤ' کا مسئلہ بھی 'جدیدیت' سے سامنے ہی کا ایک پہلو ہے۔ ایک روایتی مسلمان کے لیے، جسے جدید دنیا کے ساتھ پالا نہیں پڑا، عیسوی علمِ کلام یا ہندو یا بدھ مت کی مابعد الطبیعیات کے بارے میں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر جب ایک مرتبہ جدیدیت کی مختلف شکلوں کا سامنا ہو جاتے تو پھر اکثر لوگوں کے لیے دوسرے مذاہب کے بارے میں جاننا ایک داخلی ضرورت بن جاتا ہے۔ فی الواقع یہ معلومات اکثر اس تشکیک کے لیے تریاق کا کام کرتی ہیں جو جدیدیت سے اثر کے نتیجے میں در آتی ہیں جبکہ ایک یک رنگ اسلامی ماحول میں اس قسم کا علم اکثر اوقات غیر ضروری اور لایعنی ہوتا ہے۔

ان پہلوؤں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ مسلمان اہلِ علم جو 'مغرب' میں مطالعۂ اسلام سے وابستہ ہیں یا اس ضمن میں خود اسلامی ممالک کے جدید تعلیمی اداروں کے ساتھ منسلک ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل اہداف و مقاصد سے آگاہ رہیں جو تمام امتِ مسلمہ اور اس کے مستقبل کے ساتھ گہرا ربط رکھتے ہیں:

(۱)

اسلام کوئی مُردہ دین نہیں ہے جس سے فقط تاریخی دلچسپی رکھی جائے بلکہ یہ ایک زندہ روحانی اور دینی روایت ہے۔ مسلمان اہلِ علم کی، جو جدید ماحول میں کام کر رہے ہیں، پہلی اور اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ حکمت کے ان خزینوں کو جدید دنیا تک پہنچائیں جو آج بھی اسلامی روایت میں پائے جاتے ہیں اور جن کو جدید مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں کی نسل قریباً بھلا چکی ہے۔ اس تمام گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی روایت کے حقائق کو جدید معاصر زبان میں اس طرح ترجمہ کیا جائے کہ 'اصل' کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ اس مشکل کام کو سرانجام دینے کے لیے کسی ایسے راسخ الایمان مسلمان کی ضرورت ہے جو جدیدیت کے شور و غوغا سے مرعوب نہ ہو۔ دراصل یہ کام ایک ایسے شخص کا طلبگار ہے جو دنیا کو اسلام کے ابدی اصولوں کی روشنی میں جانچے نہ کہ حقائقِ اسلام کو نام نہاد 'اصلاح' کا نام دے کر بظاہر چمک دمک لیے ہوئے مگر ناپائدار حالات کے زیرِ اثر 'وقت کی ضرورت' کی بھینٹ چڑھا دے۔ ایسا شخص مغرب کے مقابل فکری احساسِ کمتری سے لازماً آزاد ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس اس شخص کو 'بالارادہ' اسلامی روایت کو نہ صرف بلند کرنا چاہیے بلکہ اسلام

کے تمام فکری اور رُوحانی خزینوں پر فخر کرنا چاہیے۔ نیز اسلام کو فقط ایک منطقی عقیدے کے طور پر نہیں دیکھنا چاہیے جیسا کہ بعض افراد نے اسلام کے رُوحانی پہلو کو نظر انداز کر کے کیا ہے۔

اس کے علاوہ اس شخص کو مغربی دنیا کی خوب خوب معلومات میسّر ہونی چاہییں اور یہ معلومات براہِ راست ہوں۔ تاکہ جو امور مغربی دانشور طبقے میں متروک ہو چکے ہیں، اس شخص کے علم کا لبادہ نہ بن جائیں یعنی مغربی دانش کی 'اُترن' اس کا 'بناؤ' نہ بنے۔ ساتھ ہی ایسے شخص کو ان داخلی قوتوں سے بھی آگاہ ہونا چاہیے جو مغربی ذہن کو متحرک کرتی ہیں۔ اسے مغرب کی فلسفیانہ، سائنسی، دینی، فنّی اور سماجی زندگی پر بھی گرفت ہونی چاہیے، نہ صرف اس کے مذہبی اور تاریخی پس منظر پہ بلکہ آج جو برگ و بار اس سے ظاہر ہو رہے ہیں، اُن پر بھی۔ فقط ایسے ہی کسی شخص سے جس نے بہ نفسِ نفیس اسلام کی فکری و ذہنی زندگی سے آگاہی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ جدید اور معاصر اسلوبِ بیان پر بھی قدرت حاصل کر رکھی ہو، توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ حکمتِ قدیم کو، جو اسلامی روایت میں موجود ہے، تازہ اسلوب و زبان میں بیان کر سکے گا۔ فقط ایسا ہی کوئی شخص نئی نسل کو اسلام کے بارے میں وہ ضروری معلومات فراہم کر سکے گا جو اس لیے اس سے چھن گئیں کہ اس کی تربیت ایک مختلف اندازِ فکر اور طرزِ اظہار میں ہُوئی ہے۔ علاوہ بریں، اس متضاد تربیت کے باعث، اس نئی نسل کو اس حقیقت سے آگاہی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے جو اس کی نجات کا باعث ہو سکتی ہے، اور یہ حقیقت اسلام میں مضمر ہے۔

۲

مستشرقین نے اسلام کے بارے میں تصانیف کی جو بھرمار کر رکھی ہے، ان کا مطالعہ اسلامیات سے دلچسپی رکھنے والے تمام افراد کرتے ہیں۔ یہ مطالعہ صرف مغرب یا ایشیا کے غیر مسلم ممالک میں ہی نہیں کیا جاتا بلکہ ہر اس مسلم ملک میں بھی جہاں کوئی بھی مغربی زبان مثلاً انگریزی یا فرانسیسی عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔ ان تصانیف میں اسلام کو اس قدر منصفانہ سلوک بھی میسّر نہیں جس قدر ایشیا کے دیگر بڑے مذاہب بدھ مت یا ہندو مت کو نصیب ہُوا ہے۔ مستشرقین کے اس ناروا رویّے کی کئی وجوہات ہیں مثلاً اسلام اور عیسائیت کے درمیان تاریخی روابط جو عموماً دوستانہ نہیں رہے، نیز قرونِ وسطیٰ میں یورپی افراد پر مسلمانوں کا خوف اور دہشت کا تسلّط، اسلام کا تاریخ میں عیسائیت کے بعد ظاہر ہونا، پھر ہند۔ اروپائی لوگوں کی اکثریّت کے لیے اسلام کا 'سامی الاصل' ہونا وغیرہ ایسے حقائق ہیں جو ان لوگوں کے لیے فطری طور پر ہندو مت اور دوسرے آریائی مذاہب کو باعثِ کشش بنا دیتے ہیں۔ بہرحال، یہ جملہ حقائق مغرب کے اس ناروا رویّے کا سبب ہیں جو اسلام کے حق میں اختیار کیا گیا اور مغرب کے مختلف گوشوں میں تاحال یہی کیفیت جاری ہے، اور یہ الگ بات ہے کہ اس ضمن میں بعض معقول مستثنیات بھی موجود ہیں۔ درحقیقت آج

تک اکثر مستشرقین جو اسلام کے بارے میں لکھنے کا آغاز کرتے ہیں، وہ اسلام یا اس کے کسی خاص پہلو سے لگاؤ کے باعث نہیں بلکہ انہیں اس لیے لکھنا پڑتا تھا کہ انہیں اس شعبے میں بطور ماہر لسانیات یا بطور مشنری خواہی نخواہی 'ٹھونس' دیا جاتا تھا۔

مستشرقین نے اسلامیات پر جو کچھ لکھا ہے، وہ تحقیقی اور فنی اعتبار سے خاصی اہمیت کا حامل ہے، مگر ان کے تاریخی کام میں بہت سی ایسی باتیں موجود ہیں جو اسلامی نقطۂ نظر کی رُو سے قابلِ قبول نہیں کیونکہ ایسے کئی تحقیقی کاموں میں حقائق کو مسخ کیا گیا ہے۔ اکثر مقامات پر تشریح و توضیح کے ضمن میں خاصی غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں اور بعض مقامات پر نقصِ ابلاغ جلوہ گر ہے؛ تاہم محض مستشرقین کی تکفیر کرنے اور ان کے خلاف نعرہ بازی سے نہ تو ان کے تحقیقی مطالعات کا رد ممکن ہے اور نہ ہی ان کے اثرات کا توڑ۔ مستشرقین نے اسلام کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ہدفِ مطالعہ بنایا تھا۔ مسلمان اہلِ علم کا، جو جدید تعلیمی اور نصابی ادارں اور ماحول سے وابستہ ہیں، فرض ہے کہ وہ مستشرقین کے اس چیلنج کا جواب مسلمانوں کی جانب سے نہایت مناسب زبان و بیان میں دیں۔ اس قسم کی ذمّہ داری قبول کرنا بذاتِ خود دنیائے استشراق کے لیے خاصی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ آج جس چیز کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ اسلامی روایت و تہذیب کی تمام جہتوں کا راسخ العقیدہ مسلمان اہلِ علم مطالعہ کریں اور مستشرقین کے چیلنج کا عالمانہ مگر قاطع انداز میں جواب دیں۔ علاوہ ازیں یہ کام لازماً ایسی زبان میں پیش کیا جائے جو عقل پرستی اور تشکیک کی فضا میں پروان چڑھنے والے لوگوں کی سمجھ میں آسکے یا ان کے لیے قابلِ قبول ہو۔ استشراق گزیدہ افراد پر اس طرزِ اظہار سے کم کوئی چیز یا انداز کارگر نہیں ہوسکتا۔ نیز انہی خطوط پر کیا ہوا کام باہر کی دنیا میں اسلام، اس کی تہذیب اور تاریخ کو اس کے اصل رنگ میں پیش کرنے میں مدد ہوسکتا ہے۔

(۳)

مستشرقین کے مطالعات سے وابستہ ایک اور چیلنج جو اسلام کو درپیش ہے، وہ مغرب کا جدید سائنسی، تاریخی اور فلسفیانہ رویّہ ہے جو اکثر مستشرقین کے طریقِ کار اور رویّے کو تشکیل دیتا ہے، اور جو مغرب کے عمومی رویّے کا صرف ایک جلوہ یا عکس ہے ——— اسلام بلکہ دوسرے تمام ادیان کو بھی جو ہولناک چیلنج آج درپیش ہے، اسے ارتقائیت، تحلیلِ نفسی، وجودیت، تاریخیت اور بدرجہ دیگر جدلیاتی مادّیت جیسے نظریات اور مفروضات کے حوالے سے دیکھنا چاہیے۔ یہ کام یقیناً کسی ایک اہلِ علم کے بس کا روگ نہیں کہ وہ ان تمام فنّی جہتوں اور فلسفیانہ مکاتب میں مہارت حاصل کر کے ان سارے 'اِزموں' کے پیش کردہ چیلنجوں کا تسلّی بخش جواب دے سکے۔ ان تمام چیلنجوں کا مسکت جواب دینے کے لیے بہت سے مسلمان علماء کو اسلامی روایت میں ڈُوب کر متحدہ جدّوجہد کرنی چاہیے۔ روایتی اسلامی حکمت میں وہ مابعد الطبیعیاتی تعلیمات

شامل ہیں جو ان تمام مسائل کا جواب دے سکتی ہیں اور صرف یہی برہانِ قاطع ہو سکتی ہیں، مگر یہ جوابات ابھی متشکل نہیں ہوتے، ان کی فکری تشکیلِ نو کی ضرورت ہے۔ دراصل یہ جدید فکری رویے مابعد الطبیعیاتی اصولوں کو بھلانے کے نتیجے ہی کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

روایتی اسلامی عقائد کو معاصر زبان میں منتقل کرنا بھی فی الحقیقت جدیدیت کے پیدا کردہ چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس موجودہ صورتِ حال نے مسلمان اہلِ علم کو جو مغربی طرز کی جامعات سے ساتھ (خواہ یہ جامعات مغرب میں واقع ہوں یا مشرق میں) وابستہ ہیں، اس اہم کام سے دوچار کر رکھا ہے کہ وہ رائج الوقت جدید نظریات کا اسلامی عقائد کے مطابق جواب دیں ـــــــ ان جدید مروجہ مغربی نظریات میں سے بعض تو سائنس کے لبادے میں صرف کھوٹی سائنس کے نمائندے ہیں اور بعض خالصتاً سیکولرازم کی پیداوار۔ یہ سیکولرازم گزشتہ چار صدیوں سے مغرب میں پھیلا ہوا ہے۔ وہ اہلِ علم جو اسلام کو ایک زندہ حقیقت سمجھ کر اس کا مطالعہ کرتے اور اسلامی روایت میں پوشیدہ دائمی سچائیوں پر زور دیتے ہیں، تاریخیت، کے مرض کا تریاق مہیا کر سکتے ہیں جس سے آج کی فضا مسموم ہے کیونکہ اسلام نے تاریخیت کے فلسفیانہ ڈانڈوں کی مخالفت کی ہے اور یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے کہ ”حقیقت“ کی تاریخ میں تجسیم ہو سکتی ہے۔

(۴)

یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی دنیا میں وارد ہوتا ہے، تو عالمِ کثرت اس میں بھی نفوذ کرتا ہے اور وہ دین جلد ہی عالمِ کثرت کے اس عمل دخل سے مختلف مکاتبِ فکر اور تناظرات میں منقسم ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت انہی مختلف جہتوں کی موجودگی، جو قدرت کی طرف سے مذہب میں رکھی جاتی ہیں، مذہب کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے اندر مختلف نفسیاتی اور روحانی مزاج کے لوگوں کو سمو لے۔ اس معاملے میں اسلام کوئی استثناء نہیں اگرچہ اس نے دنیا کے دیگر مذاہب کی نسبتاً زیادہ ہم آہنگی پیدا کی اور اختلاف کا اظہار نسبتاً کم کیا ہے۔ معاصر اہلِ علم کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہونی چاہیے کہ وہ اسلام کے اتحاد آموز اصولوں کی روشنی میں اس ”اختلافی جہت“ یعنی دو قدیم اسلامی فرقوں، ”شیعہ“ اور ”سُنّی“ کے ڈھانچوں کا مطالعہ کریں، نیز ان تحاریک و احزاب کی وضاحت کریں جنہوں نے ان فرقوں سے جنم لیا ہے۔ یہ امر باہمی افہام و تفہیم کو بہتر بنانے کا باعث ہو سکتا ہے۔

ہر خاندان میں اندرونی لڑائیاں، جھگڑے ایک فطری امر ہے لیکن خطرے اور مصیبت کے وقت خاندان کے تمام لوگ فوری طور پر اپنے تمام جھگڑوں کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ دنیائے اسلام کی موجودہ صورتِ حال میں شیعہ اور سُنّی فرقوں کے درمیان ایک ذہنی اور روحانی مفاہمت وقت کا تقاضا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسلام کی مستند تعبیر کا ایک پائدار اور جامع ادراک ضروری ہے جو ان دو بڑے فرقوں میں متشکل ہوتی۔ علاوہ ازیں

ان چھوٹے مذہبی گروہوں کا تجزیاتی مطالعہ کرنا بھی ایک اہم امر ہے جو گزشتہ صدیوں کے دوران اسلام کی دینی زندگی کی اہم ترین رو سے علیحدہ ہو گئے، نیز آج ان گروہوں کا قدیم اور صحیح اسلام کے سوادِ اعظم کے ساتھ رشتہ یا رابطہ قائم کرنے کا کام بھی سرانجام پانا چاہیے۔ ایسا مطالعہ قابلِ عمل ہے اور یہ عمل روایتی اسلامی تعلیمی اداروں مثلاً الازہر، میں پہلے ہی سے ہو رہا ہے۔ جدید دنیا کے پس منظر میں بالخصوص، اس قسم کے مطالعے کی ضرورت کہیں ضروری اور برمحل ہے۔ تاہم مختلف مسالکِ فکر اور فقہ کے درمیان مکالمے کے احیاء کے پُرجوش پیشکار یا مبلغ وہی مسلمان اہلِ علم ہیں جو جدید تعلیم اور مختلف مغربی افکار کے مناہج یا طریقِ کار کا گہرا مشاہدہ اور تجربہ رکھتے ہیں۔

(۵)

جدید دنیا سے قائم شدہ رابطے نے جہاں ایک طرف ایک متجانس نقطۂ نظر کو زائل کیا، وہاں ساتھ ہی دیگر مذاہب کی علمی روایات سے آگاہی کو سہل تر بنا دیا ہے۔ نیز اس رابطے نے اسلام اور دیگر مذاہب کے مابین ایک سنجیدہ مطالعے کی ضرورت کو وقت کی احتیاج بنا کر پیش کر دیا ہے۔ دورِ حاضر میں مسلمانوں نے جو منجملہ دیگر مذاہب مثلاً عیسائیت، ہندومت اور بدھ مت کے مطالعات میں کم دلچسپی کا اظہار کیا ہے تو شاید یہ اس امر پر دال ہے کہ اہلِ اسلام کے نزدیک دیگر مذاہب کی موجودگی جدید دور کے شروع ہونے سے پہلے ہی ایک مسلّمہ حقیقت تھی۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس کا جدید دور سے قبل بھی عالمِ انسانیت کی قریباً ہر بڑی اور اہم دینی روایت کے ساتھ رابطہ استوار تھا خواہ یہ رابطہ مغرب اور اسلام کے مرکزی علاقوں میں عیسائیت اور یہودیت کے ساتھ رہا ہو خواہ عراق اور خود ایران میں زرتشت اور دیگر ایرانی مذاہب کے ساتھ، اور خواہ ہندوستان میں ہندومت یا افغانستان اور فارس کے شمال مغربی علاقے میں بدھ مت کے ساتھ اور خواہ سنکیانگ میں چینی روایات کے ساتھ ہو۔ الہام اور وحی کی آفاقیت کے اصول کو قرآن نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مولانا رومیؒ اور شیخ ابن عربیؒ جیسے زعمائے سلف نے کسی حد تک اس سے استناد بھی کیا۔ اور یہی سبب ہے کہ اسلام کے لیے اصولاً دیگر مذاہب کا ہمدردانہ مطالعہ سہل تر امر ہے، کیونکہ مسلمان اس مطالعے کے باوصف، دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی نسبت، اپنے اصولوں اور عقائد کے ساتھ کاملاً وفادار رہ سکتے ہیں جبکہ دیگر مذاہب کے افراد کے لیے اپنے مسلّمہ عقائد اور کلامی دعاوی کے باعث دوسری روایتوں کو قبول کرنا اُلجھن کا باعث ہو سکتا ہے۔ بہرحال موجودہ دور میں دیگر مذاہب کے مطالعے کی سنجیدہ کاوشیں مسلمان اہلِ علم کی جانب سے کم عمل میں آئی ہیں اور بہت تھوڑی کوششیں دیگر مذاہب کی رُوح کو سمجھنے کے لیے کی گئی ہیں ـــــ انیسویں صدی میں مشرقِ قریب کے علاقے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین جو طویل جھگڑے اور کشمکش عمل میں آئی اور پچھلی چند دہائیوں میں یہودیوں کے مقابل،

فلسطین کی تقسیم سے پیدا شدہ مسائل کے باعث ان مذاہب کا ہمدردانہ مطالعہ کم از کم عرب مشرق قریب میں دشوار ہو کر رہ گیا ہے حالانکہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ابراہیمی روایت سے جنم لینے والے ادیان کے لوگ ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ برِ صغیر کے بہت سے علاقوں میں مسلمانوں کے ہاں بھی ہندومت کے ضمن میں اسی قسم کی تلخی محسوس کی جاتی ہے۔ کچھ بھی ہو، دیگر مذاہب کا مطالعہ مسلمان اہلِ علم کی جانب سے نہ صرف سیاسی مصلحت کے تحت ہونا چاہیے بلکہ سیکولرازم کی جانب سے اٹھاتے گئے ان سوالات کا جواب دینے کے لیے بھی ہونا چاہیے جن کا تسلی بخش جواب فقط بحیثیتِ کُلّی، دین کے دفاع کے ذریعے ممکن ہو سکے گا۔ آج اسلام کو سیکولرزم کے محیط خطرات سے بچانے کا بہترین طریقہ دینِ حنیف کا دفاع کرنا ہے جو صرف اسلام ہی کے قلب میں جاگزیں نہیں بلکہ ان تمام مذاہب کا بھی مرکز ہے جو رحمتِ خداوندی نے انسان کو عطا کیے۔

یقیناً ان تمام امور، مثلاً اسلامی حکمت کی روایت کو معاصر زبان میں بیان کرنا، مستشرقین کے تحقیقی کاموں سے پیدا شدہ سوالات کا جواب دینا، جدیدیت یا تجدد زدگی کے چیلنج کا تدارک کرنا، مسلمانوں کے مختلف احزاب کو قریب تر لانے کے لیے باہمی مفاہمت کی کوشش کرنا اور آخر میں اسلام اور دیگر مذاہب کے مابین مکالمے کا اہتمام کرنا وغیرہ ایک اہم اور عظیم ذمہ داری سر انجام دینے کے مترادف ہے۔

یہ امر نہ صرف اسلامی دنیا کے تمام ذہنی اور عقلی سرمایے یا ذرائع کے استعمال کا طلبگار ہے بلکہ مغربی نظام ہائے تعلیم کے سانچے میں اسلام کے غیر متغیر اور ابدی اصولوں کو دوبارہ بلشدومد بیان کرنے کا طالب ہے۔ اس کا مقصد ایک ایسے مستند اسلامی نظامِ تعلیم کی تعمیر نو بھی ہے جس کی جڑیں روایتی اسلامی مدارس میں ہوں اور اس کی شاخیں جدید نظریات اور نظام ہائے تعلیم کی حدود تک پھیلی ہوئی ہوں۔ ایک مستند اور جامع اسلامی تعلیمی نظام کو ان شعبوں کو ترک نہ کرنا چاہیے اور نہ ہی ان جدید نظریات کے حضور، جو ان شعبوں کو چلاتے ہیں، سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

ان اسلامی اداروں کو نہ صرف یہ نظریاتی میدان فتح کرنا چاہیے بلکہ انہیں اپنا لینا چاہیے۔ یعنی یہ نظام یا یہ ادارے اسلامی تعلیم کے شجر کی شاخوں کو اس حد تک پھیلائیں کہ یہ ان نظاموں اور ان کے میدانِ عمل کو اپنی چھاؤں میں سمیٹ لے۔ دینِ اسلام کی حفاظت کو پیشِ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشروں کی موجودہ صورتِ حال میں کوئی کام اس سے زیادہ اہم اور نازک نہیں کہ اسلام کے غیر متغیر یا ابدی اصولوں کو دوبارہ بلشدومد بیان کیا جائے اور ان اصولوں کا علم کے ان تمام میدانوں اور نظاموں پر اطلاق کیا جائے جو جدید مغربی تعلیم و تربیت کے مدعی ہیں۔ اس پیش رفت کی سطح سے اس امر کا تعین بھی ہوگا کہ اسلامی تہذیب و معاشرہ صرف نام کا اسلامی رہے گا یا حقیقتاً اپنی اسلامی حیثیت و عرفیت قائم کر سکے گا۔

THE MUSLIM WORLD

A JOURNAL DEVOTED TO THE STUDY OF ISLAM AND OF CHRISTIAN-MUSLIM RELATIONSHIP IN PAST AND PRESENT

Founded in 1911.

Sponsored by Hartford Seminary since 1938.

Offers a variety of articles on Islamic Theology, Literature, Philosophy, and History. Dedicated to constructive inter-religious thought and interpretation. Book reviews. Current notes. Survey of periodicals.

Annual Subscription Rates: Individuals, U.S. $15.00
Institutions, U.S. $20.00

Please make checks payable to *The Muslim World* and mail to:
The Muslim World
Duncan Black Macdonald Center
77 Sherman Street
Hartford, Connecticut U.S.A. 06105

Published by

The Duncan Black Macdonald Center

at Hartford Seminary